© rasailojaraid.com

گذشتہ سے پیوستہ

خسارہ سے نجات

از قلم: ابو اسعد محمد صدیق
مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

کیسے ممکن ہے؟

سورت عصر کی روشنی میں

غفلت اور جہالت کا یہ عالم ہے کہ بعض مسلمان جب ان کو کوئی مصیبت یا پریشانی لاحق ہوتی یا ناپسندیدہ واقعات رونما ہوتے ہیں جس میں ان کے مال واولاد اور جائداد وغیرہ میں ہلاکت ونقصان پیش آتا ہے تو اپنی اصلاح و فلاح کے لئے اپنے کردار واعمال پر غور کر کے اپنے اندر تبدیلی لانے کی کوشش نہیں کرتے ،اور شر کی راہ کو چھوڑ کر خیر کے راستہ کو اختیار نہیں کرتے۔ لہذا جب ہر سو فساد وبربادی نظر آتی ہے تو زمانہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں، کہتے ہیں زمانہ برا آگیا، حالانکہ یہ سب کچھ انسانوں کے خود اپنے اعمال وافعال کی پاداش میں اللہ تعالیٰ کے حکم ومشیّت اور تصرف سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الروم :۴۱)

"خشکی اور تری میں لوگوں کی بد اعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔"

یعنی ہلاکت وبربادی کا منبع انسانوں کے اعمال ہیں نہ کہ زمانہ، لہذا زمانہ کو برا بھلا کہنے کی بجائے خود اپنے اعمال کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ جیسا کہ کسی نے خوب کہا ہے:

يَعِيْبُوْنَ الزَّمَانَ وَلَيْسَ فِيْهِ
مَعَايِبُ غَيْرَ اَهْلٍ لِلزَّمَانِ

"لوگ زمانہ میں عیب نکالتے ہیں، حالانکہ اس میں اہل زمانہ کے عیوب کے علاوہ تو کوئی عیب نہیں۔"

وَالْعَصْرِ کا دوسرا مفہوم

هُوَ قَسَمٌ بِعَصْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لِفَضْلِهٖ بِتَجْدِيْدِ النُّبُوَّةِ فِيْهِ (تفسیر قرطبی)

اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کے زمانہ کی قسم کھائی ہے۔ اس کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس عہد میں نبوت کی تجدید ہوئی۔

عصر نبوی ﷺ کی عظمت و فضیلت اس لحاظ سے بھی واضح ہے کہ ہر نبی ایک خاص ومحدود زمانہ کے لئے نبی بن کر تشریف لایا لیکن خاتم النبیین والمرسلین حضرت محمد ﷺ قیامت تک دنیا کے سب انسانوں کے لئے ہادی اعظم اور رہبر کامل بن کر تشریف لائے، جس طرح آپ ﷺ کی نبوت کا مکان محدود نہیں اسی طرح آپ ﷺ کی نبوت کا زمان بھی محدود نہیں۔

دیگر انبیائے کرام کے زمانہ پر رحمت عالم ﷺ کے عہد ہمایوں کی فضیلت پر مندرجہ ذیل حدیث دلالت کرتی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْ اَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ

"بے شک (میرے سمیت) تمہارا زمانہ گذشتہ (انبیاء سمیت) امتوں کے مقابلہ میں وہ ہے جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک ہے۔ (یعنی تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک اور گذشتہ امتوں کا طلوع آفتاب سے عصر تک ہے) اور تمہاری مثال اور یہود ونصاریٰ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے اجرت پر مزدور رکھے اور کہا: کون ہے جو ایک ایک قیراط کے بدلے نصف النہار تک میرے لئے کام کرے گا؟ تو یہود نے نصف النہار تک ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قیراط پر کام کیا۔ پھر اس نے کہا: کون ہے جو میرے لئے نصف النہار سے نماز عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کرے گا؟ تو نصاریٰ نے نصف النہار سے نماز عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر اس نے کہا: کون ہے جو میرے لئے نماز عصر سے غروب آفتاب تک دو دو قیراط پر کام کرے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا **اَلاَ فَاَنْتُمُ الَّذِیْنَ تَعْمَلُوْنَ مِنَ صَلاَۃِ الْعَصْرِ اِلٰی مَغْرِبِ الشَّمْسِ اَلاَ لَکُمُ الاَجْرُ مَرَّتَیْنِ**

"تم ہی تو ہو جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک کام کرنے والے ہو، جان لو! تمہارے لئے دوہرا اجر ہے۔"

یہود و نصاریٰ غم و غصہ سے کہنے لگے: **نَحْنُ اَکْثَرُ عَمَلاً، وَاَقَلُّ عَطَاءً**

"ہم نے کام زیادہ دیر تک کیا اور مزدوری (مسلمانوں کے مقابلہ میں) کم ملی"

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَھَلْ ظَلَمْتُکُمْ مِنْ حَقِکُمْ شَیْئًا**

"کیا میں نے تمہارے حق سے (جو طے ہوا تھا) کچھ دبا لیا ہے۔؟"

قَالُوْا: لا، انہوں نے کہا نہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فَاِنَّہٗ فَضْلِیْ اُعْطِیْہِ مَنْ شِئْتُ**

"تو پھر یہ میری عنایت ہے جس کو چاہوں اپنی مرضی سے زیادہ دے دوں۔"

(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک نبی اکرم ﷺ اور آپ کی امت کا زمانہ ہے جو دن کے باقی حصہ سے زیادہ برکت و سعادت والا وقت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کی قسم کھائی۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے مکان یعنی مکہ مکرمہ کی قسم کھائی اور فرمایا: **لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ** (سورۃ البلد)

"میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں کہ آپ اس شہر میں مقیم ہیں۔"

مزید فرمایا: **وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ** (سورۃ التین)

"اور اس امن والے شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کی عمر مبارک کی قسم کھائی اور فرمایا: **لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ** (سورۃ الحجر: ۷۲)

"(اے محبوب!) آپ کی زندگی کی قسم یہ (اپنی طاقت کے نشہ میں) مست سرگرداں ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **مَا خَلَقَ اللّٰہُ وَمَا ذَرَاَ وَمَا بَرَاَ نَفْسًا اَکْرَمُ عَلَیْہِ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ وَمَا سَمِعْتُ اللّٰہَ اَقْسَمَ بِحَیَاۃِ اَحَدٍ غَیْرِہٖ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ﴾**

"یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ سے زیادہ کسی کو معزز و مکرم پیدا نہیں کیا اور حضور ﷺ کے بغیر کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔"

(تفسیر ابن کثیر ۴ ۴۶۰)

وَالْعَصْرِ کا تیسرا مفہوم

وَالْعَصْرِ: ھُوَ صَلاَۃُ الْعَصْرِ، لِکَوْنِھَا الْوُسْطٰی (اضواء البیان للشنقیطی)

"نماز عصر کی قسم" دیگر نمازوں کی بجائے نماز عصر کی قسم اس کی اہمیت و عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ سب نمازوں کی حفاظت کرنا اور انہیں پابندی سے ادا کرنا ضروری ہے۔ لیکن بالخصوص نماز عصر پر محافظت و مداومت اور اس کا وقت پر اہتمام انتہائی ضروری قرار دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا: **﴿حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلاَۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ﴾**

"نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص درمیان والی نماز کی اور اللہ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو۔" (البقرہ: ۲۳۸)

الصَّلاَۃِ الْوُسْطٰی "درمیان والی نماز" سے مراد نماز عصر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: لَمَّا کَانَ یَوْمُ الاَحْزَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَلاَ اللّٰہُ بُیُوْتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا، شَغَلُوْنَا عَنْ صَلٰوۃِ الْوُسْطٰی حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ

(بخاری، کتاب الجہاد، باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھرے انہوں نے ہمیں درمیانی نماز کے ادا کرنے سے روک لیا یہاں تک سورج غروب ہو گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نماز عصر کی فضیلت مندرجہ ذیل حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے:

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلاَئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلاَئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلاَةِ الْفَجْرِ وَصَلاَةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِیْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ

(بخاری ،کتاب مواقیت الصلوة باب فضل صلاة العصر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں یکے بعد دیگرے رات دن میں فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں اور فجر وعصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر وہ فرشتے جو تم میں ہوتے ہیں آسمانوں کی جانب چڑھتے ہیں تو ان کا پروردگار ان سے دریافت کرتا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں بہتر جانتے ہیں) تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں: ہم نے انہیں چھوڑا تو وہ نماز ادا کررہے تھے اور ہم ان کے ہاں آئے تو وہ نماز ادا کررہے تھے۔

نماز عصر کی حفاظت اور اس پر مداومت کرنے والے کو فتنہ قبر سے نجات مل جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا اُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ، مُثِّلَتْ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِهَا فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُوْلُ: دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ (ابن ماجه ، صحيح ابن حبان ، طبرانی اوسط ، مشكوة المصابيح مع شرحه مرعاة المفاتيح ، باب اثبات عذاب القبر)

"جب میت قبر میں داخل کی جاتی ہے تو اس کے سامنے سورج کا منظر اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ جیسے غروب ہونے والا ہے، اس کو اٹھایا جاتا ہے (تاکہ سوال وجواب ہوں) وہ آنکھیں ملتا ہوا کہتا ہے: مجھے چھوڑو (یعنی میرے ساتھ گفتگو اور سوال بعد میں کرنا پہلے) مجھے نماز ادا کرنے دو۔"

لیکن وہ آدمی جو نماز عصر سے غفلت اور لاپرواہی کرتا ہے اس کے متعلق رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا:

اَلَّذِیْ تَفُوْتُهُ صَلاَةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهُ وَمَالَهُ

(بخاری كتاب مواقيت الصلاة، باب اثم من فاتته العصر)

"جس شخص سے نماز عصر فوت ہو گئی تو گویا کہ اس سے اس کے اہل وعیال اور مال چھین لیا گیا (اور وہ کف افسوس ملتا ہوا اکیلا رہ گیا)۔"

غیر اللہ کی قسم حرام

اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے وہ مخلوق میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھائے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں لیکن ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاَ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ وَلاَ بِاُمَّهَاتِكُمْ وَلاَ بِالْاَنْدَادِ وَلاَ تَحْلِفُوْا بِاللّٰهِ اِلاَّ وَاَنْتُمْ صَادِقُوْنَ

(ابو داؤد، نسائی ،مشکوۃ باب الأیمان)

"نہ قسم کھاؤ اپنے باپ دادا کی، نہ ہی اپنی ماں اور نانی کی، اور نہ ہی بتوں کی، بلکہ صرف اللہ کی قسم کھاؤ، جبکہ تم سچی بات کہہ رہے ہو۔"

اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر قسم کا موقع آئے تو صداقت اور سچائی پر اٹھائے، اسی طرح نماز عصر کے بعد جھوٹی قسم اٹھانے پر وعید شدید کا بیان ہوا ہے کہ ایسا آدمی ان تین آدمیوں سے شمار ہوتا ہے کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ بات کریں گے اور نہ نظر رحمت سے ان کی طرف دیکھیں گے۔

وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ

(بخاری،کتاب المساقاة،باب من رأی ان صاحب الحوض أو القربة احق بمائه)

"وہ آدمی جس نے کسی مسلمان آدمی کا مال ہڑپ کرنے کے لئے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی۔"

بہرکیف ان دلائل کے بیان کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے زمانہ، مکہ مکرمہ، سورج، چاند وغیرہ اشیاء کی جو قسم اٹھائی ہے اس سے ہمارے لئے کسی مخلوق کی قسم کھانے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

یہاں تک کہ سید کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قسم کھانا بھی جائز نہیں ہے، مولوی احمد رضا بریلوی سے اسی سلسلہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جو جواب دیا اس کی اصل عبارت مع سوال کے ملاحظہ فرمائیں:

عرض: حضور ﷺ کی قسم کھا کر خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

ارشاد: نہیں

عرض: قسم حضور ﷺ کی کھانا جائز ہے؟

ارشاد: نہیں

عرض: کیا بے ادبی ہے؟

ارشاد: ہاں

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوئم / ۱۹)

لفظ انسان پر بحث

سورۂ عصر کی دوسری آیت میں لفظ "الانسانُ" استعمال ہوا ہے، بہتر ہوگا کہ اس لفظ کی لغوی و اصطلاحی تعریف سے واقفیت حاصل کر لی جائے۔ اس لفظ کا اصل، مأخذ، مادہ اور مصدر کیا ہے؟ اس سلسلہ میں عربی لغت کے ماہرین کی دو رائے ہیں:

اَلاِنْسَانُ: مَوْضُوعٌ لَهٗ بِاعْتِبَارِ النِّسْيَانِ اَوِالْاُنْسِ

(البلغة فی اصول اللغة، فرائد اللغة فی الفروق)

یعنی لفظ "انسان" آدمی کے لئے باعتبار نسیان (بھول جانا) کے یا باعتبار انس (مانوس ہونا) کے وضع کیا گیا ہے۔

پہلی رائے کے مطابق **اِنْسَانٌ** کی اصل بروزن **اِفْعِلَانٌ اِنْسِيَانٌ** ہے، حرف "یا" کو اختصار کے لئے حذف کر دیا گیا ہے۔ **اِنْسَانٌ** کی تصغیر **اُنَيْسِيَانٌ** اور جمع **اَنَاسِيُّ** اور **اَنَاسِيْنُ** آتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا لِّنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا﴾

(الفرقان: ۴۸، ۴۹)

"اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور اسے ہم اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں۔"

(اعراب ثلاثین سورة لابن خلویه ص ۴۳، ۱۷۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّمَا سُمِّيَ اِنْسَانًا لِاَنَّهٗ عُهِدَ اِلَيْهِ فَنَسِيَ "یعنی انسان دراصل **اِنْسِيَانٌ** ہے، جس کے معنی بھول جانے کے ہیں۔ اس نے چونکہ اس میثاق توحید کو بھلا دیا جو اسکے سپرد کیا گیا تھا، اس بناء پر اسے "انسان" کہا گیا۔ یعنی ایسی مخلوق جس نے اس اقرار واحدانیت کو بھلا دیا جو اس نے قلب کی گہرائیوں سے عالم ارواح میں کیا تھا، یا جو پہلے دن سے اسکی فطرت کا ضروری جزء تھا۔"

(مختار الصحاح، لسان القرآن)

ویسے بھی نسیان (بھول جانا) ہر انسان کی جبلت اور سرشت میں داخل ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ فَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ طه: ۱۱۵

"ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دے دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔"

اسی طرح حدیث نبوی ﷺ میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے وہ تمام روحیں نکلیں، جن کو قیامت تک ان کی اولاد سے پیدا ہونا تھا۔ اور ہر ایک کی آنکھوں میں نور کا ایک نشان لگا دیا، پھر انہیں آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت فرمایا: یا اللہ! یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو ایک شخص کا اس کی آنکھوں کے درمیان نورانی نشان بہت پسند آیا، حضرت آدم نے دریافت کیا: یا اللہ! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ داؤد علیہ السلام ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا: ساٹھ سال۔ عرض کیا: میری عمر سے چالیس سال اس کو دے دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدم کی عمر چالیس سال باقی رہ گئی تو ملک الموت آ گئے، **فَقَالَ: اَوَلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمُرِيْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً** حضرت آدم علیہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible] پچاس سال باقی نہیں رہتے ؟ تو ملک الموت نے کہا اولم تعطها ابنك داؤد کیا تم نے اپنے بیٹے داؤد کو چالیس سال عمر نہیں دے دی تھی ؟ فَجَحَدَ آدَمُ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ وَنَسِيَ آدَمُ فَأَكَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ وَخَطَأَ آدَمُ وَخَطَأَتْ ذُرِّيَّتُهُ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا، اب انکار کی عادت ان کی لاد میں جاری ہو گئی، حضرت آدم علیہ السلام نے بھول کر درخت کا پھل کھایا، ان کی اولاد بھی بھولنے لگی، حضرت آدم علیہ السلام نے خطا کی اور ان کی اولاد بھی خطا کار ہو گئی۔ (ترمذی ، مشکوۃ المصابیح باب الایمان بالقدر)

دوسری رائے کے مطابق لفظ "انسان" کا ماخذ و مصدر اُنسٌ ہے جس کا معنی مانوس ہونا، کسی سے محبت کرنا اور کسی سے دل لگنا ہے۔

وَقِيلَ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِأَنَّهُ يَأْنَسُ بِكُلِّ مَا يَأْلَفُهُ ، یعنی آدمی کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا ہے کہ اسے جس سے محبت ہوتی ہے اسی سے مانوس ہو جاتا ہے۔

امام راغب رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

قِيلَ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِأَنَّهُ خُلِقَ خِلْقَةً لَا قِوَامَ لَهُ إِلَّا بِأُنْسِ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَلِهٰذَا قِيلَ : الْإِنْسَانُ مَدَنِيُّ الطَّبْعِ مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ لَا قِوَامَ لِبَعْضِهِمْ إِلَّا بِبَعْضٍ وَلَا يمكنه ان يقوم بجميع اسبابه (المفردات في غريب القرآن للراغب)

"یعنی انسان کی تخلیق دراصل ایسے مزاج پر ہوئی ہے کہ اس کا مایہ انتظام باہم انس اور میل جول کے بغیر نہیں ہو سکتا، لہذا کہا گیا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے، اس لئے کہ عملی زندگی میں اس کے معاملات کی درستگی کا دارومدار ایک دوسرے کے ساتھ تعاون پر ہے۔"

"یعنی انسان کی تخلیق دراصل ایسے مزاج پر ہوئی ہے کہ اس کا مایہ انتظام باہم انس اور میل جول کے بغیر نہیں ہو سکتا، لہذا کہا گیا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے، اس لئے کہ عملی زندگی میں اس کے معاملات کی درستگی کا دارومدار ایک دوسرے کے ساتھ تعاون پر ہے۔"

انسان کا خسارہ کیا ہے ؟

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ، أَيْ فِي خُسْرَانٍ ، لِخَسَارَتِهِ رَأْسَ مَالِهِ الَّذِي هُوَ نُورُ الْفِطْرَةِ وَالْهِدَايَةِ الْأَصْلِيَّةِ ، بِإِيثَارِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّذَّاتِ الْفَانِيَةِ وَالْاِحْتِجَابِ بِهَا وَبِالدَّهْرِ ، وَإِضَاعَةِ الْبَاقِي فِي الْفَانِي (تفسیر القاسمی المسمی محاسن التأویل لمحمد جمال الدین القاسمی)

"بے شک انسان خسارہ میں ہے ، کہ اس نے دنیوی حیات اور فانی لذات کو ترجیح دے کر دنیا اور زمانے میں کھو کر اور باقی کو فانی میں برباد کر کے نور فطرت اور ہدایت اصلیہ والا اپنا راس المال ضائع کر لیا۔"

خُسْرٌ کا معنی نقصان ، ہلاکت و بربادی اور راس المال کا ضائع ہو جانا ہے جو ربح و فوز و فلاح کی ضد ہے۔

"انسان خسارہ میں ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ہلاکت و بربادی اور غفلت ولا پرواہی کی راہ کو اختیار کر کے اپنا راس المال بھی ضائع کر لیا۔ یہ دنیا اور اس کا زمانہ دراصل انسان کے لئے تجارت کی منڈی ہے ، جیسے ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُوبِقُهَا أَوْ مُعْتِقُهَا (صحیح مسلم ،کتاب الطهارة،باب فضل الوضوء)

"ہر شخص جب صبح اٹھتا ہے تو اپنی جان کا سرمایہ تجارت پر لگاتا ہے پھر کوئی تو اپنے اس سرمایہ کو ہلاک کر ڈالتا ہے اور کوئی خسارہ سے آزاد کر لیتا ہے " یعنی اپنے عمل و کسب کے ذریعے سے ہلاک یا آزاد کراتا ہے اگر شر کمائے گا تو اپنے نفس کے سرمایہ کو [illegible] آزاد کرا لے گا۔

[illegible] انسان کے پاس راس المال [illegible] وقت ہر انسان ساتھ [illegible] حدیث میں ہے : مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ (بخاری ،مسلم عن ابی هریرة، مشکوة المصابیح ،باب الایمان بالقدر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، لیکن پھر اس کے ماں باپ، اس کو یہودی بناتے ہیں یا عیسائی بناتے ہیں یا مجوسی (وغیرہ) بنادیتے ہیں۔"

اسی طرح قرآن کریم میں ہے: ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا، لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ﴾ (سورة الروم: ۳۰)

"(مضبوطی سے پکڑے رکھو) اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا اللہ کی تخلیق میں یہی (اسلام) سیدھا دین ہے (جو فطرت کا تقاضا ہے)۔"

اَلْفِطْرَةُ : اَلْجِبِلَّةُ الْمُتَهَیِّئَةُ لِقُبُوْلِ الدِّیْنِ (التعریفات للجرجانی)

"فطرت سے مراد ایسی طبیعت ہے جو دین کو قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہو۔"

فطرت پر پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جبلی طور پر ہر انسان میں اپنے خالق و مالک کو پہچاننے کی صلاحیت، دین اسلام کو قبول کرنے کی استعداد، راہ ہدایت کو پانے کی قدرت اور حق کو قبول کرنے کی اہلیت موجود ہوتی ہے جو زندگی میں پیش آمدہ امور کے حسن وقبح میں تمیز کر سکتی ہے۔ اگر بچہ کو فطرت پر رہنے دیا جائے اور ماں باپ وغیرہ کی طرف سے کوئی رکاوٹ در پیش نہ آئے تو وہ ضرور اسی جبلی ہیئت پر رہتے ہوئے زندگی گزارے گا اور توحید باری تعالیٰ و دین حق کے خلاف کسی عقیدہ و نظریہ کو قبول نہیں کرے گا۔ بس یہی فطرت انسان کا وہ رأس المال ہے جس کے ذریعے وہ دنیا میں رہتے ہوئے حقیقی فوزوفلاح کے لئے سامان خرید سکتا ہے یعنی ایمان، اعمال صالحہ، حق کی تلقین اور صبر کی باہمی تاکید کے صراط مستقیم اور راہ نجات کو اختیار کر کے بے ایمانی، بد عملی اور باطل و بے صبری کی ہلاکت و تباہی والی راہ سے کنارہ کش رہ سکتا ہے۔ مگر صد افسوس کہ انسان مال ومنال کی کثرت، اولاد و جائیداد کی محبت اور لہوولعب کی چاہت میں ایسے غافل ہو کر زندگی گزارتا ہے کہ اپنے رأس المال یعنی فطرت (قبولِ حق کی استعداد) کو بھی گنوا بیٹھتا ہے اور کسی بشیر ونذیر، مبلغ وخطیب اور واعظ وناصح سے حق بات سن کر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا اور قرآن وحدیث کے ہدایت ورہنمائی سے معمور الفاظ کو دیکھ کر تدبر و تفکر کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی کوشش نہیں کرتا تو پھر ایسا انسان ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے جن کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ: ﴿كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسَاهُمْ اَنْفُسَهُمْ﴾ (سورة الحشر: ١٩)

"جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلادیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خود فراموش بنادیا۔"

یعنی ان کی خدا فراموشی اور حق ناشناسی کی پاداش میں ان کے دلوں، کانوں اور آنکھوں میں فطری صلاحیتوں کو سیل بند کر دیا جاتا ہے، غفلت ونسیان کی ان پر مہر لگ جاتی ہے۔

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾

"اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر کردی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔"

اور وہ اس وقت تک اپنے کانوں، آنکھوں اور دل ودماغ میں موجود فطری صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جب تک کہ وہ راہ حق کی جستجو میں سعی وکوشش نہیں کرتے، اس طرح جب وہ اپنے رأس المال کی تلاش میں نکلتے ہیں تو ہماری طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ رأس المال کے حصول میں ہم تمہاری مدد کرتے ہیں۔

﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (سورة العنکبوت:٦٩)

"اور جو لوگ ہماری راہ میں جدو جہد کرتے ہیں تو ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھادیں گے۔"

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے، کوئی راہ رو منزل ہی نہیں

مولانا ابو اسعد محمد صدیق
مدرس جامعہ سلفیہ
کی فہم قرآن وحدیث کے سلسلہ میں
نئی پیشکش
☆ راہ نجات (تفسیر سورۂ عصر)
صفحات: 128، رعایتی قیمت: 26 روپے
☆ اسباب سعادت واسباب رزق
صفحات: 80، رعایتی قیمت: 20 روپے
ملنے کا پتہ
مکتبہ نور نبوت
گلی نمبر 3 مین بازار نشاط آباد فیصل آباد
فون: 750565

© rasailojaraid.com